سبحانہ وتعالیٰ

قَالَ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی

قُلْ ھَلْ یَسْتَوِی الَّذِیْنَ یَعْلَمُوْنَ وَالَّذِیْنَ لَایَعْلَمُوْنَ ط
اِنَّمَا یَتَذَکَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ٥

القول المتین

﴿لارتفاع الفتن فی﴾

تبلیغ الدین

(مولانا محمد حنیف صاحب باسوپوری کی ”الکلام البلیغ“ پر تنقیدی تحریر، اسی ضمن
میں موجودہ تبلیغی تحریک کا مختصر جائزہ)

﴿از قلم﴾

مخدوم ومحترم حضرت مولانا محمد نعیم الرحمٰن صاحب جلالپوری دامت برکاتہم

﴿استاذ لسانیات﴾

دولت حسین مسلم انڈین انٹر کالج۔ الہ آباد۔ یوپی

﴿شائع کردہ﴾

مکتبہ فاروقیہ اتراؤں الہ آباد یوپی

بسم اللہ الرّحمن الرّحیم نَحمَدُ اللہ العظیم و نصلّی و نسلّم علی رسولہ النّبی الکریم

اما بعد: استاذ الاساتذہ حضرت مولانا محمد فاروق اترانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے علاقے کے واحد دینی رہنما، حقانیت کے علم بردار اور دیوبندیت کی شناخت تھے۔ علوم عقلیہ ونقلیہ میں اللہ پاک نے آپ کو بصیرت ومہارت مرحمت فرمائی تھی اور استشہاد واستدلال کا نادر ملکہ عطا فرمایا تھا۔ بے باکانہ حق گوئی آپ کا طرّۂ امتیاز تھا۔ آپ حضرت مصلح الامت رحمۃ اللہ علیہ کے مجازِ صحبت تھے۔ حضرت مصلح الامۃ کی صحبت وقربت نے آپ کو مزید جلا بخشی تھی۔

احقر راقم الحروف کو حضرت مولانا رحمہ اللہ سے علاقائی نسبت تھی، اس لئے آپ کی صحبت میں بیٹھنے اور آپ کے مواعظ سننے کا بارہا اتّفاق ہوا۔ آپ کی گفتگو ہمیشہ علمی حقائق ودقائق پر مبنی ہوتی تھی۔ عامیانہ گفتگو جیسے آپ جانتے ہی نہیں تھے۔ آپ کے انتقال کے بعد احقر نے ایک طویل تعزیتی نظم لکھی ہے، جس کے چند اشعار ملاحظہ ہوں:

وضاحت سے بیاں کرتا مسائل جو شریعت کے	جو کرتا شوق سے دیں کے مریضوں کی مسیحائی
خوشا انداز وہ شرحِ حدیثِ سرورِ دیں کا	خوشا آیاتِ قرآنی کی وہ تفسیر فرمائی
تھا بے حد ناز معقولات ومنقولات کو جس پر	وہ جس پر فخر کرتی تھی خردمندی ودانائی
وہ جس کی گفتگو دنداں شکن ہوتی تھی باطل کو	وہ جس کے در پہ استدلال کرتا تھا جبیں سائی
بڑا بے باک تھا اظہارِ حق کے مسئلے میں جو	تھی بے پروائے قیل وقال جس کی صدق گویائی

جب مروّجہ تبلیغی جماعت کے افراد کی بے اعتدالیاں گمراہی کی حد تک پہنچنے لگیں اور پانی سر سے اونچا ہونے لگا تو اس تبحّرِ علمی کے پیکر نے احقاقِ حق کی اپنی ذمہ داری کو محسوس کرتے ہوئے قلم اٹھایا اور ''مروّجہ تبلیغی جماعت کی شرعی حیثیت'' کے نام سے ایک مختصر کتابچہ تحریر فرمایا، جس میں دلائل وبراہین کی روشنی میں تبلیغی جماعت کے طریقِ کار کا شرعی جائزہ پیش فرمایا۔ کتابچے کی طباعت واشاعت کے بعد جو ردِّ عمل ہونا تھا ہوا۔ جو اہل حق اندر ہی اندر کُڑھ رہے تھے اور زبان کھولنے کی جسارت نہیں کر پا رہے تھے، انھیں حوصلہ ملا اور جو جماعت سے متعلّق تھے وہ جز بز تو ہوئے مگر کچھ کر نہ سکنے کی وجہ سے ''عضّوا علیکم الانامل من الغیظ'' کا مصداق بن کر رہ گئے۔

اس کے بعد حضرت مولاناؒ نے ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے ایک ضخیم ومدلّل کتاب بنام ''الکلام البلیغ فی احکام التّبلیغ'' تصنیف فرمائی، جس میں پہلے کتابچے کے مختصرات کو نہایت وضاحت وصراحت سے پیش فرمایا۔ حضرت مولاناؒ کی یہ تصنیفِ لطیف آپ کی حیات میں بمصلحتِ خداوندی شائع نہیں ہو سکی۔ بعد میں جامعہ فاروقیہ کی طرف سے اس کی اشاعت ہوئی۔

اہلِ حق کا ہمیشہ سے یہ شیوہ رہا ہے کہ جب بھی کسی فرد یا جماعت نے خلافِ حق زبان کھولی یا قلم چلایا تو انھوں نے اُسے برداشت نہیں کیا۔ باقاعدہ وبالاہتمام اس کی رد فرمائی۔ مگر الحمد للہ حضرت مولاناؒ کی دونوں مذکورہ تصنیفات میں سے کسی ایک کی بھی آج تک کوئی تردیدی تصنیف کسی کی طرف سے سامنے نہیں آئی۔ جو اس بات کا بیّن ثبوت ہے کہ مذکورہ کتب مبنی برحق اور ناقابلِ تردید ہیں۔ ایسا نہیں کہ اب اہل حق موجود نہیں ہیں، بلکہ حضرت مولاناؒ کی کتبِ مذکورہ ان کے نزدیک خلافِ حق نہیں۔

عیسائیت ہو یا رافضیّت، قادیانیت ہو یا رضاخانیت، غیر مقلدیّت ہو یا مودودیت، اہل حق نے کسی کو بھی نہیں بخشا۔ سب کی بخیہ اُدھیڑی اور سب کو حق کا آئینہ دکھایا۔ مروّجہ تبلیغی جماعت بھی اسی کی ایک کڑی تھی، مگر اس کا مثبت پہلو یہ تھا

کہ اس کے موجد و بانی حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ اپنے ہی لوگوں میں سے تھے اور اس سے وابستہ حضرات بھی اپنے ہی لوگ تھے۔ اس ''اپنے'' کی رعایت و مروّت میں اُس وقت کے اکابر اہلِ علم وفضل نے متفق و مطمئن نہ ہونے کے باوجود کھل کر مخالفت نہیں کی۔ ان حضرات رحمھم اللہ کی اسی ''رعایت و مروّت'' کی وجہ سے تبلیغی جماعت والے دن بہ دن خودسری وخودرائی کا شکار ہوتے چلے گئے اور نوبت بہ ایں جا رسید کہ آج اس جماعت کا معمولی سا فرد بھی اپنے کو مبلّغِ اعظم سمجھتا ہے اور اس راستے پر بے لگام گھوڑے کی طرح سرپٹ بھاگنے کی کوشش کرتا ہے۔

اس مسئلے کا احقاقِ حق منجانب اللہ حضرت مولانا اترانویؒ کے لئے ہی مقرّر ومقدر تھا، جسے آپ نے بتوفیقِ اللہ پورا فرمایا۔ رحمہ اللہ تعالی رحمۃً واسعۃً وجزاہ خیر الجزاء۔

حضرت ابراہیم بن عبدالرحمٰن عذری فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''یحمل هذا العلم من كل خلف عدوله ينفون عنه تحريف الغالين و انتهال المبطلين و تأويل الجاهلين'' (رواہ البیہقی)

یعنی ''آئندہ کی ہر جماعت کے عدول (نیک لوگ) اس علم کو حاصل کریں گے، جس کے ذریعہ سے وہ غلو کرنے والوں کی تحریف کو اور خطاکاروں کی غلطیوں کو اور جاہلوں کی (قرآن وحدیث میں) تاویل کو مٹائیں گے۔''

آج تبلیغی جماعت والوں کا حال اور حضرت مولاناؒ کا مذکورہ عمل اس فرمانِ رسالت کے عین مطابق ہے۔

اس تمہید کے بعد آمدم برسرِ مطلب۔ ابھی چند یوم قبل محترم مولانا محمد حنیف صاحب مہتمم مدرسہ تعلیم القرآن، باسوپور، ہنڈیہ، الہ آباد کی طرف سے ایک ''دوورقہ'' شائع ہوا ہے۔ جس کے پہلے صفحے پر ''الکلام البلیغ'' کے ۱۵ کا عکس ہے، جس میں حضرت مولانا مفتی محمد حنیف صاحب اعظمی (نوّر اللہ مرقدہ وأبرد مضجعہ) کی ''الکلام البلیغ'' سے متعلق مختصر سی تحریر ہے۔ باقی تین صفحات میں مولانا صاحب موصوف نے اپنے دماغی منطق کے زور سے بزعمِ خود ''الکلام البلیغ'' پر کلام فرمایا ہے۔

مولانا صاحب موصوف کا یہ تین صفحی مضمون خلطِ بحث، ابہامات واہمالات اور تضادات واشکالات کا مجموعہ ہونے کی وجہ سے لائقِ اعتناء ہرگز نہیں۔ راقم الحروف کے نزدیک اس پر غور کرنا، اس کے جواب کی کوشش اور اس پر محنت کرنا تضییعِ اوقات وسعیِ لاحاصل کے سوا کچھ نہیں۔ مگر اللہ پاک جزائے خیر عطا فرمائے مکرّم گرامی مولانا عرفان الحق المظاہری (زادہ اللہ تعالی فضلاً وشرفاً وبارک لہ علماً وعملاً) کو کہ انھوں نے بڑی ہمت سے کام لیا اور نہایت محنت وعرق ریزی سے اس بالکل بے ربط وکبیت العنکبوت مضمون کا ایک طویل اور نہایت مربوط ومضبوط جواب تحریر فرمایا۔

مولانا عرفان الحق صاحب حضرت مولانا اترانویؒ کے ایک نہایت سعید ورشید شاگرد تو ہیں ہی، علاقے کے ایک صالح وذی استعداد عالمِ دین بھی ہیں۔ انھوں نے اپنے اس عمل سے اپنی شاگردی کا حق تو ادا کیا ہی، احقاقِ حق وابطالِ باطل کا اپنا منصبی فریضہ بھی انجام دیا۔ ایں سعادت بزور بازو نیست۔

مولانا عرفان الحق صاحب کا یہ معمول ہے کہ وہ جب بھی کوئی مضمون تحریر فرماتے ہیں یا کوئی نظم کہتے ہیں تو کہیں اور پیش کرنے سے قبل از راہ اعتماد وخلوص راقم الحروف کے سامنے ضرور پیش فرماتے ہیں۔ چنانچہ ان کا مذکورہ مضمون بھی احقر کی نظر سے گزرا۔ مضمون پڑھ کر بے حد خوشی ہوئی اور دل سے بار بار دعا نکلی۔ اللہ تعالی قبولِ حسن سے نوازے اور احقاقِ حق وابطالِ باطل کی مزید توفیق مرحمت فرمائے۔ (آمین)

اب چونکہ مولانا عرفان الحق صاحب سلّمہُ اللہ تعالیٰ واسعدہٗ فی الدّارین نے قدم آگے بڑھا دیا ہے، لہٰذا ان کی اعانت وحمایت میں احقر راقم الحروف کی طرف سے بھی مولانا صاحب موصوف کی خدمت میں چند معروضات پیش ہیں:

(۱) مولانا محمد حنیف صاحب نے حضرت مفتی صاحب علیہ الرّحمہ کی تحریر کو پہلے صفحے پر غالباً اس خیال سے رکھا ہے کہ اس سے اُن کی تحریر کو تقویت حاصل ہوگی۔ مگر: ایں خیال است ومحال است وجنوں۔

اس سلسلے میں چند باتیں عرض ہیں:

(الف) حضرت مفتی صاحبؒ نے تحریر فرمایا ہے کہ "انھوں نے اپنے خاص انداز میں مروجہ تبلیغ پر کلام فرمایا ہے اور بہت سے تجربات وکام کی باتیں تحریر فرمائی ہیں۔ اس میں شبہ نہیں کہ یہ کاوش لائقِ پزیرائی اور قابلِ قدر ہے"۔

مولانا صاحب موصوف بتائیں کہ کیا وہ حضرت مفتی صاحبؒ کی اس تحریر سے متّفق ہیں؟ اگر متّفق ہیں تو جو کاوش لائقِ پزیرائی اور قابلِ قدر ہے، اس پر کلام کیسا؟

(ب) حضرت مفتی صاحبؒ نے تحریر فرمایا ہے "بھول چوک سے درگزر کرتے ہوئے جو حق ہو، کام کی بات ہو قبول کر لینا چاہئے۔"

مولانا صاحب موصوف بتائیں کہ کیا وہ حضرت مفتی صاحبؒ کے اس مشورے پر عمل کر سکتے ہیں؟ اگر کر سکتے ہیں تو اب تک کیا کہ نہیں اور اگر نہیں کر سکتے تو کیوں؟

(ج) کیا مولانا صاحب موصوف یہ بتا سکتے ہیں کہ پوری کتاب "الکلام البلیغ" میں کون کون سی کاوش لائقِ پزیرائی اور قابلِ قدر ہے؟ اور کون کون سی باتیں حق اور کام کی ہیں؟ مفتی صاحبؒ کے "یہ" کا مشارٌالیہ تو پوری کتاب ہے۔

اگر بتا سکتے ہوں تو اپنے علمی استعداد کا مظاہرہ کرتے ہوئے فوراً ارشاد فرمائیں۔ راقم الحروف ان کے جواب کا شدّت سے منتظر ہے۔

(د) مولانا صاحب موصوف نے اسی صفحے پر نیچے "نوٹ" کے تحت تحریر فرمایا ہے کہ "صحیح باتوں کو اختیار کرنے اور غلط باتوں کو ترک کر دینے کی مذکورہ بالا رائے اور مشورہ محققین عالموں کے لئے ہے سب کے لئے نہیں ہے۔"

مولانا صاحبؒ موصوف اپنی علمی دیانت داری کا ثبوت دیتے ہوئے بتائیں کہ وہ خود کو محقق عالم سمجھتے ہیں یا غیر محقق؟ اگر محقق سمجھتے ہیں تو کیا انھوں نے پوری کتاب "الکلام البلیغ" میں اس بات کی تحقیق کر لی کہ کیا کیا 'صفا' ہے اور کیا کیا 'کدر'؟ اگر خود محقق نہیں ہیں تو بتائیں کہ وہ کس محقق عالم کی تقلید کر رہے ہیں؟

(۲) مولانا صاحب موصوف نے اپنے تین صفحی مضمون کی ابتدا اس جملے سے کی ہے:

"(الکلام البلیغ) جس میں تبلیغی جماعت کو جبراً بدعت وضلالت ثابت کرنے کی بے فائدہ بلکہ مضر جدوجہد کی گئی ہے۔"

اس سلسلے میں مولانا صاحب موصوف سخت مغالطے میں ہیں۔ اُن کو معلوم ہونا چاہئے کہ حضرت اترانویؒ نے اپنے 'بہت سے تجربات' ومشاہدات کی روشنی میں علماً وفهماً، بصیرةً وفراسةً اور درایةً و دلالةً بدعت ثابت کرنے کی سعی مشکور فرمائی ہے۔ مولانا صاحب نے پوری کتاب کو شاید غور سے نہیں پڑھا (ممکن ہے پڑھ بھی نہ سکتے ہوں) اسی لئے غلط فہمی میں مبتلا ہو گئے۔ مولانا صاحب موصوف کی ذمہ داری ہے کہ وہ پہلے احادیثِ صحیحہ اور علماءِ اصول وکلام کے اقوال کی روشنی میں بدعت کی واضح تعریف بیان فرمائیں پھر اس سے تبلیغی جماعت کی استثناء ثابت کریں۔

(۳) مولانا صاحب موصوف اس کے بعد تحریر فرماتے ہیں: "مشاہدہ ہے کہ ہزاروں عالم اپنی جان ومال کے ساتھ تبلیغی جماعت میں جدو جہد کر رہے ہیں۔ اور لاکھوں عالم اُس کے موافق۔ اور انگلی پر گنے جانے تک چند عالم غیر موافق۔"

اپنی اس تحریر سے مولانا صاحب موصوف یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ کثیر التعداد علماء تبلیغی جماعت سے وابستہ ہیں اس لئے یہ جماعت حق پر ہے۔

مگر اس کے بعد ہی وہ ایسی بات لکھ گئے جس سے ان کی منشاء پر پانی پھر گیا۔ فرماتے ہیں: "اور یہ بات مسلم ہے کہ غیر ذی استعداد عالم وکل، عوام تحقیق

سے عاجز۔" یہ بات بالکل صحیح ہے کہ تبلیغی جماعت سے وابستہ علماء کی اکثریت غیر ذی استعداد ہے اور جو ذی استعداد تھے بھی وہ جماعت سے وابستہ ہونے کے بعد "یتخبّطه الشیطان من المس" کا مصداق اور "ہر کہ در کان نمک رفت نمک شد" کی مثال بن گئے۔

اگر خود مولانا صاحب موصوف ذی استعداد ہوتے تو انھیں معلوم ہوتا کہ افراد کی کثرتِ تعداد معیارِ حق نہیں ہے۔ اہلِ حق کی تعداد ہمیشہ کم رہی ہے۔ مولانا صاحب موصوف کو ارشادِ ربانی "کم من فئة قليلة غلبت فئة كثيرة باذن الله" کا استحضار ہوتا اور معلوم ہوتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبۂ حجۃ الوداع کے موقع پر تقریباً سوا لاکھ صحابۂ کرام ہی موجود تھے۔ جبکہ اس وقت بھی پوری دنیا میں غیروں کی بہت بڑی تعداد موجود تھی۔ آج بھی عیسائیوں کی تعداد مسلمانوں سے زیادہ ہے تو کیا عیسائی حق پر ہیں؟ مولانا صاحب موصوف کو معلوم ہونا چاہیئے کہ ہر صدی کا مجدد دین ایک ہی ہوتا ہے اور مصلحینِ وقت کی تعداد بھی ہمیشہ "انگلی پر گنے جانے تک" ہی رہی ہے۔ اس سلسلے میں مزید بصیرت کے لئے سرپرستِ جماعت شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا علیہ الرحمہ کی ایک عبارت ملاحظہ ہو: "کسی کام پر آدمیوں کی کثرت کا جمع ہو جانا کوئی معتبر چیز نہیں ہے، بلکہ اصل اتباع اللہ کے رسول ﷺ کی ہے اور یہ دیکھنا ہے کہ صحابۂ کرام کا کیا معمول رہا ہے اور اس کے لئے ان حضرات کے معمولات اور احوال کا تتبع اور تلاش کرتا اور اس میں منہمک رہنا ضروری ہے۔" (فضائلِ صدقات صفحہ ۳۶۶)

مولانا صاحب موصوف بتائیں کہ وہ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کی اس بات سے متفق ہیں یا نہیں؟

جہاں تک تبلیغی جماعت سے وابستہ علماء و مفتیان کے علمی استعداد کا معاملہ ہے، تو اس سلسلے میں 'مشتے نمونہ از خروارے' کے طور پر چند مشاہدات ملاحظہ ہوں:

(الف) پاکستان کے مولانا طارق جمیل صاحب تبلیغی جماعت کے ایک نہایت سرگرم و مشہور مبلّغ و مقرّر ہیں۔ اُن کی تقریروں کی کیسیٹیں بھی جاری ہو چکی ہیں اور مجموعے بھی شائع ہو چکے ہیں۔ پانچواں مجموعہ بنام "بیانات" اس وقت راقم الحروف کے سامنے ہے، جس کے کچھ اقتباسات پیشِ خدمت ہیں:

☆ "اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ہم نے زمین میں تمام دفینے رکھے ہیں۔ تارکول کا دفینہ سمندر میں بنتا ہے۔ بننے میں دس لاکھ سال لگتے ہیں۔ اپنی جگہ میں ٹک نہیں سکتا۔ پچھلی صدی میں انسانوں کو اس کی ضرورت تھی تو اللہ تعالیٰ نے اس نظام کو ہلایا۔ لاکھوں کروڑوں سال میں اللہ تعالیٰ نے اسے بنایا۔" (صفحہ ۱۶)

اس سلسلے میں عرض ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: خلق السمٰوات والارض وما بينهما في ستة ايام ۔ (سورۂ فرقان آیت ۵۹) یعنی "آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے بیچ میں ہے (سب) چھ دنوں میں بنایا" یہ چھ دن ہمارے دنوں کے لحاظ سے چھ ہزار سال ہو سکتے ہیں، (ان يوماً عند ربك كالف سنة مما تعدون ۔ سورۃ الحج) اور یہ عرصہ بھی تخلیقی مراحل کی ترتیب و تدریج کے لحاظ سے بر بنائے حکمت ہے۔ ورنہ اس کی شان تو "اذا اراد شيأ ان يقول له كن فيكون" ہے۔ مگر مولانا طارق جمیل صاحب کے مطابق تارکول بنانے میں اللہ پاک کو کروڑوں سال لگے۔ فیا للعجب!

☆ "والله يعصمك من الناس ۔ یہ آیت بڑی زبردست ہے۔ اس میں اشارہ ہے کہ اگر یہ امت قرآن کی تبلیغ کا کام شروع کر دے، اسلام کو پھیلانا شروع کر دے تو اللہ تعالیٰ کی حفاظت کا نظام ان کی طرف متوجہ ہو جائے گا۔ 'والله يعصمك من الناس' میں تمھاری حفاظت کروں گا۔ حفاظت کا وعدہ اس کام کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے جوڑا ہے۔ اس آیت میں ارشاد ہوتا ہے کہ تم تبلیغ کی حفاظت کرو تمھاری حفاظت میں کروں گا۔ ابھی اللہ تعالیٰ کی حفاظت کا نظام حرکت میں نہیں۔" (صفحہ ۲۲)

☆ "نماز پر اللہ کی حفاظت کا وعدہ نہیں ہے۔ روزے پر اللہ کی حفاظت کا وعدہ نہیں ہے۔ روزے پر تقوے کا وعدہ ہے۔ نماز پر برائی سے بچنے کا وعدہ ہے۔ حج پر غنی ہونے کا وعدہ ہے۔ صرف تبلیغ کے کام پر حفاظت کا وعدہ ہے۔" (صفحہ ۲۴)

یہاں غور طلب بات یہ ہے کہ مولانا طارق جمیل صاحب نے پوری آیتِ طیبہ بیان کرنے کے بجائے صرف ایک جزو 'والله يعصمك من

الناس 'ہی بیان کیا ہے۔ پوری آیتِ پاک اس طرح ہے: یٰٓایّھا الرّسول بلّغ مآانزل الیک من ربّک. وان لم تفعل فما بلّغت رسالته. واللّٰہ یعصمک من النّاس. ان اللہ لایھدی القوم الکافرین۔(سورۃ المائدہ) آیتِ پاک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک خاص خطاب ہے، جس میں 'رسول' سے مخاطب کرکے آپ کو رسالت کے منصبِ جلیلہ کی طرف متوجہ کیا گیا ہے، اور امورِ رسالت، کی بے خوف وخطر تبلیغ کرنے کی ہدایت دی گئی ہے۔ تبلیغِ رسالت کے حکم کے ساتھ حفاظت کا وعدہ اُس وقت کے مکی حالات کے پیشِ نظر تھا۔ اس سے تبلیغِ دین پر حفاظت کا عام وعدہ کیسے ثابت ہوسکتا ہے؟ اگر ایسا ہوتا تو مجاہدینِ اسلام بالخصوص بعض انبیاء کرام علیہم السّلام کی شہادتیں واقع نہ ہوتیں۔ کیوں کہ ان سے زیادہ حفاظتِ خداوندی کس کی طرف متوجہ ہوسکتی ہے۔ فلیراجع من شاء الیٰ شانِ نزولھا۔ پھر مولانا طارق جمیل کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ ابھی اللہ کی حفاظت کا نظام حرکت میں نہیں ہے؟

☆'''فلیبلّغ الشّاھد الغائب '(میری بات غائب تک شاہد پہنچادے) 'بلّغوا عنّی ولو آیہ' میری ایک بات بھی تمھیں آتی ہوتو پہنچادو۔ یہاں عالم ہونے کی شرط بھی ہٹادی۔ 'فلیبلّغ الشّاھد الغائب' اس میں یہ شرط ہٹادی کہ عمل ہوتو تبلیغ کرو۔ نہیں ہوتو نہ کرو۔ اگر اللہ کا رسول فلیبلّغ العالم الغائب کہتا، عالم تبلیغ کرتے اور ہم سب کی چھٹی ہوتی۔ ہم تو عالم ہیں نہیں۔ 'فلیبلّغ العامل الغائب، عمل والے تبلیغ کریں۔ بے عمل تبلیغ نہ کریں۔ تو بھی چھٹی ہوتی۔ ایک لفظ بولا' فلیبلّغ الشّاھد الغائب' کیا خوبصورت لفظ بولا۔ کیا آپ کی فصاحت کا کمال ہے کہ لفظ شاھد کا معجزہ یہ ہے کہ اس نے امت کے کسی فرد کو نہیں چھوڑا۔ عالم کو نہیں چھوڑا، جاہل کو نہیں چھوڑا، عمل والے کو نہیں چھوڑا، بے عمل کو نہیں چھوڑا، پیسے والے کو نہیں چھوڑا، فقیر کو نہیں چھوڑا۔ سب کو باندھ دیا ہے کہ ساری دنیا میں اللہ کا پیغام پہنچانا اس امت کے ہر مرد وعورت کے ذمے ہے۔'' (صفحہ ۹۸۔۹۹)

راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے 'شاھد' اُن حضراتِ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو فرمایا جو اُس وقت وہاں حجۃ الوداع کے موقع پر موجود تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خطاب سن رہے تھے، اور جو ساری امت سے زیادہ علم والے اور بہتر عمل والے تھے۔ اُسی عظیم الشان آخری تاریخی خطبۂ مبارکہ کو اُن لوگوں تک پہنچانے کا حکم ہوا جو وہاں موجود نہیں تھے۔ اس سے جاہلوں، بے عملوں اور عورتوں کے ذمّے تبلیغِ دین کیسے ثابت ہوسکتا ہے؟ ع 'جو چاہے آپ کی عقل کرشمہ ساز کرے'۔

☆''کنتم خیر امّۃ اخرجت للناس۔ تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لئے نکالے گئے ہو۔ 'اخرجت' لفظ یہاں عظیم الشان معنی دے رہا ہے۔ 'اخرجت' کا مطالبہ کیا ہے یہاں؟...

یہ لفظ یہاں یہ مطلب دے رہا ہے کہ اے میرے محبوب کی امت تمھارا رب تمھیں خود بلانے آیا ہے کہ آؤ ایک کام ہے وہ کرو۔ یہاں میں بلانے آیا ہوں۔ اللہ ہمیں بلانے آیا ہے۔ ہم نہ جائیں تو ڈوب کے مرجائیں۔'' (صفحہ ۱۰۱۔۱۰۲)

مذکورہ آیتِ پاک کے بعد والے کلمات ملاحظہ ہوں: تأمرون بالمعروف وتنھون عن المنکر و تومنون با اللہ۔ (آلِ عمران آیت ۱۱۰) یعنی ''تم سب امتوں سے بہتر ہو جو لوگوں کے لئے نکالی گئی (اس لئے کہ) تم اچھے کاموں کا حکم کرتے ہو اور برے کاموں سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان لاتے ہو۔'' اس آیت کے مخاطب اُس وقت کے اہلِ ایمان یعنی صحابۂ کرام ہیں، جن کے امر بالمعروف، نھی عن المنکر اور ایمان باللہ کی گواہی دیتے ہوئے اللہ پاک اُن کی تحسین فرمارہا ہے، اور اُن کے 'خیر' ہونے کی علّت بیان فرمارہا ہے۔ اس سے یہ کہاں ثابت ہوتا ہے کہ ''اللہ بلانے آیا ہے۔''

ع بسوخت عقل زحیرت کہ ایں چہ بوالعجبی ست

مذکورۂ بالا اقتباسات میں مولانا طارق جمیل صاحب نے قرآن وحدیث کی جو تعبیرات پیش فرمائی ہیں انھیں نہ تو صحابۂ کرام نے سمجھا اور نہ فقیہۂ امّت، امّ المومنین سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے سمجھا۔ نہ ائمۂ مجتہدین، ائمۂ حدیث، ائمۂ تفسیر اور ائمۂ سلوک وتصوّف نے سمجھا۔ نہ امّت کے صلحاء، علماء اور مفتیانِ کرام نے سمجھا۔ سمجھا تو صرف پاکستان کے مولانا طارق جمیل نے۔

اب دو ہی صورتیں ہیں۔ یا تو سیّدنا صدّیق اکبرؓ سے لے کر اب تک کے سارے اہلِ ایمان کا علم وادراک ناقص، صرف مولانا طارق جمیل کا کامل۔ یا پھر مولانا طارق جمیل کی ساری مذکورہ تعبیرات وتوجیہات باطل ومبنی بر جہل وضلالت۔

مولانا صاحب موصوف بتائیں کہ ان کی کیا رائے ہے؟

(ب) جب راقم الحروف مولانا صاحب کے مدرسے تعلیم القرآن کی خدمات سے وابستہ تھا تو انھیں دنوں ایک بار مولانا صاحب موصوف ہی کے ساتھ شنکر گڑھ کے ایک تبلیغی 'جوڑ' میں شریک ہونے کا اتفاق ہوا۔ وہاں اِسی علاقے کے ایک مشہور ومعروف مفتی صاحب وعظ فرما رہے تھے۔ انھوں نے سورۂ کہف میں مذکور حضرت موسیٰؑ کا پورا واقعہ بیان فرمانے کے بعد برجستہ فرمایا کہ ''دیکھئے حضرت موسیٰؑ کو بھی نکلنا پڑا''

کچھ دنوں کے بعد ایک دینی جلسے میں راقم الحروف اور اُن مفتی صاحب کا ساتھ ہوگیا۔ کھانے سے فراغت کے بعد قیام گاہ پر دورانِ گفتگو جماعت میں نکلنے کی بات چھڑ گئی تو راقم الحروف نے مفتی صاحب کا حوالہ دیے بغیر صرف واقعہ بیان کیا تو مفتی صاحب موصوف، جو ایک تخت پر لیٹے ہوئے تھے، اُٹھ کر بیٹھ گئے اور فرمایا کہ ''وہ بھی امرِ رب تھا اور یہ بھی امرِ رب ہے'' راقم الحروف نے کہا کہ مفتی صاحب! وہ تو امرِ رب تھا مگر یہ کیسے امرِ رب ہے؟ تو مفتی صاحب نے برجستہ فرمایا ''اطلبو العلم ولو کان بالسّین''۔ راقم الحروف نے کہا کہ مفتی صاحب! یہ روایت تو موضوع ہے۔ اس پر مفتی صاحب اسقدر جھنجھلائے کہ مقررہ ترتیب کے خلاف پہلے ہی وعظ فرما کر رخصت ہوگئے۔ یہاں غور طلب بات یہ ہے کہ اگر مذکورہ روایت صحیح بھی ہوتی تو امرِ رسولؐ ثابت ہوتا نہ کہ امرِ رب، اور وہ بھی طلبِ علم کے لئے نہ کہ تبلیغِ دین کے لئے۔

(ج) راقم الحروف اپنے چند احباب کے ساتھ دیوبند کے سفر میں تھا۔ ایک مسجد میں عشاء کی نماز کے لئے کچھ قبل پہنچا تو وہاں جماعت موجود تھی اور ایک نوجوان مقرر تقریر فرما رہے تھے۔ انھوں نے حضرت موسیٰؑ کے کوہِ طوُر پر جانے کا واقعہ بیان فرمانے کے بعد فرمایا کہ ''بتاؤ! اگر حضرت موسیٰؑ طوُر جا کر کتاب ہدایت پاسکتے ہیں تو ہم دوُر جا کر ہدایت کیوں نہیں پاسکتے''۔ اپنے جملے میں موصوف نے طوُر اور دوُر کے قافیے پر بطورِ خاص زور دیا۔

مولانا صاحب موصوف بتائیں کہ کیا وہ ان مقررین کے بیانات وانطباقات سے متفق ہیں؟ کہاں تبلیغی جماعت والوں کا خودساختہ خروج اور کہاں ایک صاحبِ کتاب پیغمبرؑ کا بأمر اللہ کہیں جانا۔ ع چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک؟

(د) ایک مفتی صاحب نے مرکزِ تبلیغ مسجد شیخ عبداللہ میں تقریر کے دوران فرمایا کہ ''دین کا جو کام مسجد نبوی سے ہورہا تھا وہ الحمد للہ اب اس مرکز سے ہورہا ہے۔'' اس بات کے راوی سے راقم الحروف نے عرض کیا کہ آج کے سارے مراکز، مدارس، مکاتب، خوانق اور ساری جماعتیں اور تنظیمیں مل کر بھی مسجد نبوی سے ہونے والے دین کے کام کا کروڑواں حصہ بھی پورا نہیں کرسکتے۔ کیوں کہ وہاں کام کا نگراں ورہنما سیّد المرسلین کی ذاتِ پاک تھی اور کام کرنے والے صحابۂ کرام جیسے مقدّس لوگ۔ جن کے قلوب کو اللہ پاک نے ایمان سے مزیّن فرما کر تقویٰ کے لئے آزما لیا تھا۔ اسی لئے تو اُن کا ایک مٹھی جَو ہمارے احد پہاڑ کے برابر سونے سے افضل ٹھہرا۔

یہ ہے مولانا صاحب موصوف کی جماعت کے علماء ومفتیان کے علمی استعداد کا حال۔ ع 'اس پر بھی یہ طرّہ ہے کہ ہم پردہ نشیں ہیں'۔

احقر کے شیخ ومرشد حضرت مولانا شاہ محمد قمر صاحب دامت برکاتہم وعمّت فیوضہم (خلیفۂ اجل واوّل حضرت جلال آبادی علیہ الرّحمہ) کو رمضان المبارک کی پہلی ہی شب میں بعد نمازِ عشاء بحالتِ اعتکاف محض اس لئے مسجد سے باہر آنا پڑا کہ پورے رمضان کے اعتکاف کے لئے پہلے سے مروّجہ جماعتی مشورہ نہیں ہوا تھا۔ کیا یہی وہ دین ہے جس کی تبلیغ کو مطلق تبلیغ کا فرد بتایا جارہا ہے؟

؎ اتنا نہ بڑھا پاکیِ داماں کی حکایت   دامن کو ذرا دیکھ ذرا بندِ قبا دیکھ

(۴) مولانا صاحب موصوف نے تحریر فرمایا ہے کہ ''خدا اور رسول کا فرمان ہے کہ تحقیق سے عاجز پر تقلید واجب۔''

مولانا صاحب بتائیں کہ خدا اور رسول کا یہ فرمان اُن کو کہاں ملا؟ یا تو مولانا صاحب اپنے اس مفروضے کو قرآن وحدیث کی روشنی میں صحیح ثابت کریں، ورنہ پھر یہ جان لیں کہ انھوں نے افتراء سے کام لیا اور خدا و رسولؐ پر صریح بہتان باندھا، جو کفر کے مترادف ہے۔ ایسی صورت میں مندرجۂ ذیل آیات واحادیث پر غور فرمائیں:

(الف) آیاتِ مبارکہ:

☆ ومن اظلم ممّن افتریٰ علی اللّٰہ کذباً۔ (سورۂ انعام، سورۂ ہود)

☆ قل آللّٰہ اذن لکم ام علی اللّٰہ تفترون۔(سورۂ یونس)

☆ قل ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لایفلحون۔(سورۂ یونس)

☆ یٰاھل الکتاب لا تغلوافی دینکم ولا تقولو اعلی اللّٰہ الّا الحق۔(سورۂ نساء)

☆یٰاھل الکتاب لاتغلوافی دینکم غیر الحقّ ولا تتبعوآ اھوآء قوم قد ضلّوا من قبل واضلّوا کثیراً وّ ضلّوا عن سوآء السّبیل(سورۂ المائدہ)

آخر الذکر دونوں آیات میں خطاب اگر چہ اہلِ کتاب سے ہے مگر مضمون عام ہونے کی وجہ سے خطاب بھی عموم میں داخل ہے۔

(ب)احادیثِ مبارکہ۔

☆لا تکذ بوا علیّ، فانّہ من کذب علیّ فلیلج النّار۔(صحیح البخاری)

☆ من کذب علیّ متعمّداً فلیتبوّأ مقعدہ من النّار۔(صحیح البخاری)

ان آیات واحادیث کی روشنی میں مولانا صاحب موصوف پر بالاعلان توبہ واستغفار تو لازم ہے ہی، اگر ان کی حمیتِ دینی وغیرتِ ایمانی اجازت دے تو تجدید ایمان بعدہ تجدید نکاح بھی فرمالیں۔کیوں کہ ایک عالمِ دین ہونے کی وجہ سے اُن کی ذمہ داری بھی بڑی ہے اور جواب دہی بھی۔

گل وگلچیں کا گلہ بلبلِ خوش لہجہ نہ کر تو گرفتار ہوا اپنی صدا کے باعث

بشر ہونے کی وجہ سے ہم سب خطاء اور نسیان کا مرکّب ہیں۔بھول چوک سے کوئی بری نہیں۔کسی سے بھی کبھی بھی کوئی سہو ہوسکتا ہے۔حسبِ استعدادِ علمی وعقلی کسی سے اختلافِ رائے بھی ہوسکتا ہے اور یہ اختلاف اپنے کسی بڑے سے بھی ہوسکتا ہے، جس کی بہت سی مثالیں موجود ہیں۔مگر اس کے اظہار وبیان کے لئے ادب،تہذیب اور سلیقہ کی ضرورت ہوتی ہے۔اپنے کسی بڑے کے خلاف بے ادبی سے زبانِ طعن دراز کرنا یا قلم چلانا نہ اللہ کو پسند ہے، نہ اُس کے رسول کو۔ارشاد پاک ہے:''من لّم یر حم صغیرنا ولم یوقّر کبیرنا فلیس منّا(الحدیث)''۔مولانا صاحب موصوف کا طرزِ عمل ''توقیرِ کبیر'' کے خلاف ہونے کی وجہ سے ہی اُن سے قدرتی طور پر جملۂ مذکورہ تحریر ہوگیا، جو کفر کے دائرے میں ہے اور مولانا صاحب پورے طور پر اس کی زد میں ہیں۔فاعتبروا یٰآ ولی الابصار۔

(۵) مولانا موصوف نے اپنی تحریر کے تیسرے صفحے پر بالکل آخر میں'فھو المطلوب' کے تحت فرمایا ہے کہ''کسی امرِ منضم پر پابندی کرنے وکرانے کے لئے تشدّد برتنا بھی قید نہیں ہے۔بلکہ کسی امرِ مطلق کو وجود میں لانے کے لئے ذرائع ہیں۔جیسے راہِ سلوک میں ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر عہد کرنا وکرانا،..''

مولانا صاحب کو معلوم ہونا چاہئے کہ راہِ سلوک میں ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر عہد کرنا وکرانا شرعی اصطلاح میں بیعت کہلاتا ہے۔یہ عمل خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اختیار کردہ مقدّس عمل ہے،اور اللہ پاک نے'ید اللّٰہ فوق ایدیھم' فرما کر نہ صرف اس عمل کی تحسین وتوثیق فرمائی بلکہ'رضی اللّٰہ' فرما کر اپنی رضامندی کا پروانہ بھی عطا فرما دیا۔وہی عمل اہلِ سلوک وتصوّف میں تواتر سے چلا آرہا ہے۔کہاں بیعت کا مقدّس عمل اور کہاں تبلیغی جماعت والوں کی خود ساختہ رسوم قیود؟اسی کو کہتے ہیں''مارے گھٹنا پھوٹے آنکھ''۔

احقر راقم الحروف نے مولانا صاحب موصوف کے تین صفحی مضمون کی ابتدائی وانتہائی عبارات کا تجزیہ پیش کردیا ہے۔پورے مضمون کو اسی پر محمول کرلینا چاہئے۔

آخری سوال

اب آخری سوال کے ضمن میں مولانا محمد حنیف صاحب مدظلہٗ مندرجہ ذیل آیتِ طیبہ واحادیثِ مبارکہ پر غور فرمائیں:

(الف)آیتِ طیبہ:

(ب) احادیثِ مبارکہ:

☆ ابو امیۃ الشعبانی قال: سألت ابا ثعلبۃ الخشنی فقلت یا اباثعلبۃ کیف تقول فی ھذہ الاٰیۃ "علیکم انفسکم" قال: امّا واللہ لقد سألت عنھا خبیراً، سألت عنھا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم، فقال: بل ائتمروا بالمعروف وتناھوا عن المنکر، حتّی اذا رأیت شحّاً مطاعاً وھویً متّبعاً ودنیا مؤثرۃ واعجاب کل ذی رایٍ برایہ، فعلیک بنفسک ودع عنک العوام، فانّ من وّرآ ئکم ایّام الصّبر. (سنن ابی دائود. کتاب الملاحم)

☆ عبداللہ بن عمرو بن العاص قال: بینما نحن حول رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم اذ ذکر الفتنۃ فقال: اذا رأیتم النّاس قد مرجت عھودھم وخفّت اماناتھم وکانوا ھکذا وشبّک بین اصابعہ، فقمت الیہ فقلت: کیف افعل عند ذالک، جعلنی اللہ فداک؟ قال: الزم بیتک واملک علیک لسانک وخذ بما تعرف ودع ماتنکر، وعلیک بأمر خاصّۃ نفسک ودع عنک امر العامّۃ. (سنن ابی دائود. کتاب الملاحم)

☆ عن عبداللہ بن عمرو بن العاص: أنّ النّبیّ صلّی اللہ علیہ وسلّم قال: کیف بک اذا أبقیت فی حثالۃ من النّاس مرجت عھودھم اماناتھم؟ واختلفوا فکانوا ھکذا وشبّک بین اصابعہ، قال فبم تأمرنی؟ قال: علیک بما تعرف ودع ماتنکر وعلیک بخاصّۃ نفسک وایّاک وعوامّھم. (صحیح بخاری کتاب الفتن)

مولانا صاحب موصوف بتائیں:

(الف) مندرجہ بالا آیت واحادیث کا ان کے نزدیک کیا مفہوم ہے؟

(ب) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے جن فتنوں کی نشاندہی اور پیشنگوئی فرمائی ہے، اُن کا وجود وظہور ہوا یا ابھی نہیں؟ اگر ہوا تو کُل کا ہوا یا بعض کا؟ اگر بعض کا ہوا تو کس کا کس کا؟

(ج) علیکم انفسکم، علیک بنفسک. علیک بامر خاصّۃ نفسک، علیک بخاصّۃ نفسک وغیرہ کلمات مبارکہ کا اُن کے نزدیک کیا مطلب ہے؟

(د) دع عنک العوام، دع عنک امر العامّۃ. وایّاک و عوامّھم وغیرہ ارشاداتِ عالیہ پر عمل کرنے کا وقت آچکا ہے یا ابھی نہیں؟

(ہ) اگر آچکا ہے تو تبلیغی جماعت کی تحریک کو جاری وقائم رکھنے کے بارے میں اُن کے پاس کیا جواز ہے؟

☆ رأس الاولیاء شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "صاحب زادے! اپنے ایمان کی کمزوری کے وقت صرف اپنے نفس کی اصلاح میں مشغول رہ۔ دوسروں کی فکر نہ کر۔ تیرے ذمّے تیرے متعلقین اور پڑوسی اور پڑوسن اور اہلِ شہر اور اہلِ ملک، کسی کا بھی بار نہیں ہے۔ ہاں جب تیرا ایمان قوی ہوجائے تب اپنے اہل وعیال کی طرف توجہ کر اور اس کے بعد عام مخلوق کی طرف۔" (الفتح الربانی مجلس ٦٢)

مولانا صاحب موصوف بتائیں کہ وہ حضرت شیخ علیہ الرحمہ کے اس ارشادِ مبارک سے متفق ہیں یا نہیں؟ اگر نہیں ہیں تو کس بنیاد پر؟

آخری بات

اس مسئلے کی آخری اور نہایت قابلِ غور بات یہ ہے کہ حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۳۴۵ھ میں تبلیغی جماعت کی ابتداء فرمائی۔ اس سے قبل تقریباً ساڑھے تیرہ سو سال تک امت تبلیغ دین کے اس طریقۂ کار سے قطعی ناواقف ونابلد تھی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ ایک نیک، صالح اور دل میں امت کا درد رکھنے والے مخلص عالم دین تھے، مگر علوم دینیہ کے کسی بھی شعبے (تفسیر، حدیث، فقہ، افتاء وغیرہ) میں اُن کا کوئی خاص مقام نہیں تھا۔ سلوک وتصوف میں بھی اُن کو کوئی نمایاں درجہ حاصل نہیں تھا۔ دین سے متعلق اُن کا کوئی قابلِ ذکر تصنیفی وتالیفی کام بھی نہیں تھا۔ اسی لئے حضرت گنگوہی، حضرت تھانوی، حضرت نانوتوی، حضرت سہارنپوری وغیرہم رحمہم اللہ جیسے اکابرِ وقت میں اُن کا شمار بھی نہیں تھا۔

تبلیغ دین کے مقصد سے جاری کردہ اُن کا مروجہ طریقہ اُن کا ایک طبعی امر تھا جس کی نہ اُس وقت کوئی شرعی حیثیت تھی اور نہ آج ہے۔ بربنائے

افادیت ہی اس کی ابتداء بھی ہوئی تھی اور بربنائے افادیت ہی اس کی ارتقاء بھی ہوئی۔ اسی بنا پر بعض اہلِ علم بھی اس سے وابستہ ہوئے اور اسی بنا پر اکابرِ وقت نے، متفق و مطمئن نہ ہونے کے باوجود، سکوت اختیار فرمایا۔ اس نظرانداز ی کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ اُس وقت تبلیغی جماعت اپنے ابتدائی مرحلے میں تھی اور اس میں آج جیسی بے اعتدالیوں، مبالغہ آرائیوں اور منمانیوں کی شمولیت نہیں تھی۔

کسی عالمِ دین کا کوئی طبع زاد عمل یا طریقۂ عمل منصوص و مشروع کیسے ہوسکتا ہے؟ ہاں، کسی دوسری شرعی قباحت کے نہ ہونے کی صورت میں ایسے عمل یا طریقہ کو مباح قرار دیا جاسکتا ہے، اور بہتر نتائج و ثمرات کی بنیاد پر اجر و ثواب کی امید میں اسے مستحب بھی گردانا جاسکتا ہے۔ بس۔ منصوص و مشروع تو وہی عمل یا طریقہ ہوگا جو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ سے یا صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے تعامل سے بالاتفاق و بالاجماع ثابت ہو۔ مفکرِ اسلام حضرت مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ایک تحریر میں اس طریقۂ کار کو اسلام کے ابتدائی عہد کے دعوتی و اصلاحی طریقۂ کار سے 'مشابہ' اور 'قریب تر' بتایا ہے، جس سے اس کے 'بعینہٖ' ہونے کی نفی ہوگئی اور خود ساختہ و غیر منصوص ہونا خود بخود ثابت ہوگیا۔ یہاں 'ابتدائی عہد' بھی قابلِ غور ہے، کیوں کہ اسلام کے ابتدائی عہد کی بہت سی باتیں بعد میں یا تو منسوخ ہوگئیں یا تبدیل۔ مگر تبلیغی جماعت والوں نے اس قطعی غیر منصوص طریقۂ عمل کو منصوص ثابت کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا ہے اور قرآن و حدیث کی تحریف کی حد تک، غلط و بے محل تشریح و توضیح کے ذریعہ زمین و آسمان کا قلابہ ملا رکھا ہے۔ اس کے لئے باطل تعبیرات و تطبیقات، ناقص تاویلات و توجیہات، فاسد تفردات و مفروضات اور گمراہ کن اعتقادات و نظریات سے کام لینے میں بھی ان کو ذرہ برابر تامل و تکلف نہیں۔ جس کی چند مثالیں نمونہ کے طور پر پچھلے صفحات میں پیش کی گئی ہیں۔ اہلِ جماعت کے اسی طرزِ عمل اور التزامِ مالایلزم نے جماعت اور اس کے کام کو محدثات الامور میں شامل کردیا ہے، جس کی صراحت حضرت اُترانوی علیہ الرحمہ نے 'الکلام البلیغ' میں فرمائی ہے۔

تبلیغِ دین و دعوت الی اللہ کے لئے علمِ صحیح اور عملِ صالح کے ساتھ ساتھ حکمت و موعظتِ حسنہ اور بصیرت لازمی شرائط ہیں۔ (اُدع الی سبیل ربک بالحکمۃ و الموعظۃ الحسنۃ۔ سورۃ النحل، قل ھٰذہٖ سبیلی ادعوآ الی اللّٰہ ﷷ علیٰ بصیرۃ انا ومن اتّبعنی۔ سورۂ یوسف)۔ ان داعیانہ صفاتِ لازمہ و خصوصیاتِ مقصودہ و محمودہ سے آج تبلیغی جماعت کے اکثر افراد یکسر محروم ہیں۔ اسی لئے انھوں نے طریق کو مقصود بنا رکھا ہے۔ اُن کے نزدیک جماعت میں نکلنا ہی اصلِ دین ہے۔ اپنے مرّوجہ کام کے علاوہ وہ کسی دوسرے کام کو دین کا کام ہی نہیں سمجھتے۔ مدارس و خوانق کی برملا نفی کی جانے لگی ہے اور فضائل کے بیان کو مسائل کے بیان پر ترجیح دی جانے لگی ہے۔ جماعت سے نہ جڑنے والے علماء کرام کی اُن کی نظر میں کوئی اہمیت نہیں ہے۔ جن مساجد میں اُن کا تسلّط ہے وہاں تبلیغی نصاب (فضائل اعمال) کے سوا کوئی بھی دوسری دینی کتاب پڑھی اور سنائی نہیں جاسکتی، یہاں تک کہ قرآنِ کریم کی تفسیر بھی۔ کئی جگہ اس سلسلے میں فساد کی نوبت بھی آچکی ہے۔ انھیں سب باتوں کی وجہ سے جماعت کا کام اب اثمھما اکبرو من نفعھما (سورۃ البقرہ) کا آئینہ بن چکا ہے۔

حضرت مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی گرانقدر تصنیف ''دین و شریعت'' میں صفحہ ۱۱۶ پر اہل السنۃ والجماعت اور دوسرے فرقوں کے درمیان کا فرق و اختلاف بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں: ''اہل السنۃ والجماعت کے اور اُن کے تمام اختلافات کی اصل بنیاد یہی ہے کہ اہل السنۃ ظاہرِ کتاب و سنت کو مضبوطی سے پکڑتے ہیں، اور نصوص کو اپنی ناقص عقل و رائے کے مطابق کرنے کے لئے اُن میں تاویلیں نہیں کرتے، اور صحابۂ کرام کے اجماع اور اتفاق کو دین کے بارے میں قطعی سند اور واجب الاتباع مانتے ہیں۔ اور یہ دوسرے فرقے اپنی عقل و رائے کو اور اپنے صواب دید کو اتنی اہمیت دیتے ہیں کہ اس کی وجہ سے کتاب و سنت کے نصوص میں بھی تاویلیں کرتے ہیں اور صحابۂ کرام کے اجماعی مسلک سے اختلاف کرنے میں بھی انھیں کوئی دریغ نہیں ہوتا۔''

بالکل یہی حال آج تبلیغی جماعت والوں کا ہے۔ اسی وجہ سے یہ لوگ اب خود بانیٔ جماعت حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اصول و طریق سے بھی منحرف ہوکر اُن کی منشاء کے خلاف عمل پیرا ہیں، اور جمہور اہل السنۃ والجماعۃ سے الگ ایک مستقل فرقہ کی صورت اختیار کئے ہوئے ہیں۔ ان کے نزدیک بس انھیں کی رائے صحیح اور انھیں کا طور و طریق اور طرز و انداز مبنی برحق ہے۔ غلوفی الدین اللہ پاک کو بالکل پسند نہیں ہے مگر اب

اس جماعت میں غلو ہی غلو ہے یہی سب اس جماعت کی ایسی گمراہیاں ہیں جن کی اصلاح کی بظاہر کوئی صورت نظر نہیں آتی کیوں کہ بقول حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم "اب ہوتا یہ ہے کہ جب بھی کوئی شخص ان بے اعتدالیوں پر ذرا سی تنقید کرتا ہے تو اس کے خلاف یہ پروپیگنڈا شروع ہوجاتا ہے کہ یہ شخص جماعت کا مخالف ہے یہ بڑی خطرناک بات ہے۔" (درس ترمذی صفحہ ۲۱۵)

ایسی صورت میں اصلاح کیسے ہوسکتی ہے اور کون کرسکتا ہے؟

لہٰذا ایسے حالات میں اب اہلِ حق کے لئے اس جماعت اور اس کے کام سے احتراز واجتناب کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں۔ کیوں کہ اعتقاد کا فساد عمل کے فساد سے کہیں زیادہ مضر ومہلک ہوتا ہے۔

دین پر عمل کرنے کے لئے اس کا علم ضروری ہے۔ اسی لئے ہر مسلمان پر دین کا علم طلب کرنا فرض ہے۔ مدارسِ دینیہ اس کا مکان ہیں اور درس نظامی ایک تعلیمی نصاب ہے، جس کے ذریعہ سے قرآنِ کریم، احادیثِ مبارکہ اور فقہی تصریحات کی روشنی میں دین کے جملہ اصول وفروع کی تعلیم دی جاتی ہے۔ اسی طرح تصحیحِ نیت اور اصلاحِ باطن بھی ہر مسلمان پر فرض ہے۔ اس کے لئے اہل اللہ اور حکماءِ باطن سے وابستہ ہونا، ان کی خدمت میں رہنا، ان سے تربیت حاصل کرنا اور ان کے تجویز کردہ نسخے (طریقے) پر عمل کرنا ضروری ہے۔ خوانق اس کا مکان ہیں اور اسی کو اصطلاحاً نظام تصوّف کہا جاتا ہے۔

دین کے ان دونوں مقدس شعبوں کے تحت وزیر اثر ہی تصنیف وتالیف، وعظ وتقریر اور تلقین وتذکیر کا کام بھی ہوتا رہتا ہے۔ ان سب سے مجموعی طور پر دین کی مکمل ومطلق تبلیغ ہوتی ہے، ہورہی ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ بھی ہوتی رہے گی۔ تبلیغ دین کا اب کوئی بھی ایسا جزء باقی نہیں بچا ہے جس کی تکمیل کے لئے اختراع سے کام لیا جائے اور کوئی نیا طریقہ ایجاد کیا جائے۔ اس کے باوجود اگر اس سلسلے میں کوئی نئی صورت سامنے آتی ہے تو اسکا شرعی جائزہ ضرور لیا جائے گا۔ اگر وہ صورت شریعتِ مطہرہ کے اصول وضوابط کی کسوٹی پر کھری اترتی ہے تو اُسے مباح سمجھا جائے گا اور مفید نظر آنے پر حسبِ موقع وضرورت اسے اختیار بھی کیا جاسکتا ہے مگر اسے سب کے لئے واجب العمل قرار نہیں دیا جاسکتا۔ اس کے برخلاف نتیجہ برآمد ہونے پر ایسی نو ایجاد صورت کی اہتماماً والتزاماً تغلیط وتردید کی جائے گی، جس کے لئے اہلِ حق ہمیشہ مستعد رہے ہیں اور بتوفیق اللہ ہمیشہ مستعد رہیں گے۔ ایسے معاملات میں جن کی شان "لایخافون لومة لائم" ہوتی ہے۔

آئینِ جواں مرداں حق گوئی وبے باکی اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

الحمدللہ حضرت اترانوی علیہ الرحمہ بھی انھیں حضرات میں سے ایک تھے۔

صحیح بات یہ ہے کہ تبلیغِ دین کے نام سے مروّج موجودہ طریقہ کارِ تبلیغ دین ہے ہی نہیں، کیوں کہ تبلیغ دین کا اطلاق جملہ معروفات کے امر اور تمام منکرات سے نہی پر جمیعاً ہوتا ہے۔ محض چند امورِ مخترعہ مخصوصہ کی ترویج واشاعت کے لئے اختیار کردہ ایک خود ساختہ طریقے کو تبلیغ دین کا نام دینا، اس پر مداومت اختیار کرنا، اس کے لئے اصرار کرنا، اس کو درسِ نظامی اور نظام تصوّف پر قیاس کرتے ہوئے مطلق تبلیغ کا فرد بتا کر ثابت وجائز قرار دینا جس قدر حیرت انگیز وافسوس ناک ہے اسی قدر مضحکہ خیز بھی۔ مولانا صاحب موصوف اس قدر علمی بحران کا شکار ہوں گے، اس کا تصور بھی نہیں تھا۔ اُن کے اسی علمی بحران نے انھیں 'الکلام البلیغ' پر کلام کرنے کی راہ دکھائی۔ اللہ پاک انھیں علمِ صحیح، عقلِ سلیم اور فہم عمیق عطا فرمائے۔ (آمین)

فالحق ز والحق اقول۔ واللہ اعلم وبہ التوفیق ومنہ القبول۔

اللّٰھمّ ارنا الحق حقاً وّارزقنا اتباعہ وارنا الباطل باطلاً وارزقنا اجتنابہ و وفقنا لما تحب وترضٰی من القول والعمل والفعل والنیّة والھدی انک علیٰ کلّ شئ قدیر. وصلّ علیٰ نبیّک الکریم. وعلیٰ الہ واصحابہ اجمعین (آمین)

العبد الضعیف البائس الفقیر

محمد نعیم الرحمٰن (جلال پوری) عفی عنہ

☆☆☆

ضمیمہ

جناب افتخار فریدی مرحوم کی مرتّب کردہ اور عرشی پبلیکیشنز، دہلی، انڈیا کی شائع کردہ، کتاب ''ارشادات ومکتوبات'' میں حضرت مولانا محمد الیاس علیہ الرّحمہ کے ملفوظات اور کچھ مکتوبات کو جمع کیا گیا ہے۔ ضمیمہ کے طور پر اس کتاب سے کچھ ارشادات کو من وعن نقل کیا جا رہا ہے:

۱۔ ''یہ عمل باقی عملوں میں وہ نسبت رکھتا ہے جو جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو ماسوا سے ہے۔ اس کو کرتے رہو گے تو سب نیکیوں سے انتفاع کی صورت نکلے گی۔ نیکیاں اس کی صحبت سے ایسے ہی فیض پائیں گی جیسے حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی ذات گرامی سے۔ یہ عمل حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کا قائم مقام ہے۔ کیوں کہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم اپنی امّت کو وہ خدمت سکھانے آئے تھے جو انبیاء کی تھی۔'' (ص ۱۶)

۲۔ ''بدنی عبادت سے فکری عبادت اتنی ہے کہ ستر سالہ عبادتوں کے مقابلہ میں ایک گھڑی کی فکر زیادہ ہے۔'' (ص ۴۵)

۳۔ ''قرآن شریف پڑھنا فرض نہیں ہے بلکہ اپنی زندگی کو قرآن شریف کے ماتحت کرنا فرض ہے۔'' (ص ۵۷)

۴۔ ''دعوت سے استعداد پیدا ہوتی ہے۔ اس کے بعد قرآن، اس کے بعد نماز۔'' (۶۵)

۵۔ ''یہ تحریک دیگر اعمال کے مقابلہ میں ایسی ہے جیسے حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کو دیگر مخلوقات پر فضیلت ہے۔ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے سایہ تلے ہر شخص محفوظ رہ سکتا ہے۔ اسی طرح یہ عمل دیگر اعمال کے مقابلے میں ایسا ہی ہے۔'' (۷۸)

۶۔ ''حضرت ابو بکر صدّیقؓ حضرت عمرؓ سے ممتاز ہیں کلمہ کی وجہ سے۔ ورنہ سب یہی عبادت کیا کرتے تھے۔'' (۷۸)

۷۔ ''کلمہ جو خانقاہوں میں سکھایا جا رہا ہے وہ نفل ہے اور جاہلوں کو جو انجان ہیں ان کو سکھانا فرض ہے۔'' (ص ۸۱۔۸۲)

۸۔ ''دعوت کا فریضہ نماز کے فریضہ سے اعلیٰ ہے۔ اس کے بغیر مسلم کی ترقّی ہے ہی نہیں۔'' (ص ۸۰)

۹۔ ''اللہ کی ذات اور دین ہم پلّہ ہیں۔'' (ص ۸۹)

۱۰۔ ''سارے دن رو رو کر قرآن شریف پڑھنے سے ایک گھنٹہ ناواقفوں میں کلمہ کی دعوت دینا کروڑوں درجہ زیادہ ثواب ہے۔ کلمہ کی دعوت دینا سارے دین کے سیکھنے سے بہت زیادہ ہے۔'' (ص ۹۰)

۱۱۔ ''قرآن، نماز، ذکر دعوتِ حق سے بڑا کوئی عمل نہیں ہے۔'' (ص ۹۱)

تلك آثارنا تدلّ علينا — فانظروا بعدنا الى الأثار

مولانا صاحب موصوف بتائیں کہ:

۱۔ کیا وہ 'حضرت جی' کے مذکورہ ارشادات سے متّفق ہیں؟

۲۔ اگر متّفق ہوں تو دلائلِ شرعیّہ و براہین قطعیّہ سے ان 'ارشادات' کی صحت ثابت کریں۔ کیونکہ اسی قسم کے مفروضات کی بنیاد پر ہی مروّجہ طریقۂ کار کی پوری عمارت کھڑی ہے۔

۳۔ ان 'ارشادات' سے کیا یہ ثابت نہیں ہوتا کہ مروّجہ تبلیغی جماعت اپنے پہلے دن سے ہی فکری و نظریاتی طور پر راہِ حق سے ہٹی ہوئی ہے؟

اِنَّ فِی ذالِكَ لَعِبرَةً لِاُولی الالبَاب۔

واللّٰہ اعلم و بہ التّوفیق۔

ضمیمہ (۲)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تبلیغی جماعت کے امیر مولانا سعد صاحب کی گمراہیوں تک پہونچانے والی باتوں پر دارالعلوم دیوبند کا فتویٰ

۶۶۴/ب

کیا فرماتے ہیں علماء کرام مفتیان عظام مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں۔ تبلیغی جماعت کے ایک امیر صاحب نے بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ "اب تو لوگ یوں کہتے ہیں کہ معجزہ تو نبیوں کے ساتھ ہے۔ نہیں میرے دوستوں معجزات دعوت کے ساتھ ہیں"۔ کیا ان صاحب کی یہ بات درست ہے جب کہ قرآن کریم میں سورۂ مائدہ میں اللہ پاک فرماتے ہیں و لقد جاءت رسلنا بالبینات اور ہمارے پیغمبر لوگوں کے پاس کھلی نشانیاں لے کر آئے اور بخاری شریف میں ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا ما من الانبیاء نبی الا اعطیٰ من الآیات ما مثلہ او من او امن علیہ البشر ہ نبی کو کچھ ایسی باتیں دی گئی ہیں جس کو دیکھ لوگ اس پر ایمان لائیں دریافت طلب امر یہ ہے کہ امیر صاحب نے جو بات بیان فرمائی ہے وہ معنا تحریف فی القرآن اور تحریف فی الحدیث تو نہیں ہے نیز یہ غلو فی الدین تو نہیں ہے اس بات سے عقیدے پر تو کوئی اثر نہیں پڑے گا ایمان میں تو کوئی فرق نہیں آئے گا براہ کرم مدلل و مفصل وضاحت کے ساتھ جواب مرحمت فرما کر ممنون و مشکور فرمائیں۔ فقط والسلام

محمد احمد قاسمی بلند شہری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب وباللہ التوفیق:-

امیر صاحب کی مذکورہ بات دُرست نہیں یہ گمراہی کی بات ہے۔ قرآن کے صریح خلاف ہے۔ امیر صاحب کے کلام میں مختلف تاویل ممکن ہیں اسلئے ان پر کفر کا فتویٰ نہیں لگایا جائے گا۔ تاہم ان کا قول گمراہی تک پہونچانے والا ہے اسلئے انہیں ایسی بات کہنے سے سچّی پکّی توبہ کرنی چاہئے اور آئندہ ایسی بات کہنے سے اجتناب کرنا چاہئے۔

فقط واللہ اعلم

حبیب الرحمٰن عفا اللہ عنہ

مفتی دارالعلوم دیوبند ۱۴/۵/۱۴۳۶ھ

الجواب صحیح — فخر الاسلام

الجواب صحیح — وقار علی

نوٹ: قارئین کرام یہ اعتراضات مولانا سعد صاحب کاندھلوی کے بیان پر ہیں جن پر علماء حق علماء دیوبند نے زبردست رد کیا ہے۔ اس بیان کی کیسٹ بستی حضرت نظام الدین میں دکان نمبر 231 اسلامک کیسٹ سینٹر، دہلی ۱۳ سے حاصل کی جا سکتی ہے۔

فضائل اور مسائل

فضائل سے تو بس اعمال کی ترغیب ہوتی ہے
مسائل سے مگر اعمال کی اصلاح ہوتی ہے
مسائل ہی سے تو اقوال کی ہوتی ہے تربیت
مسائل ہی محافظ ہیں چراغِ دینِ باری کے
مسائل ہی سے ہے اسلام کے گلشن کی آرائش
مسائل ہی سے روشن ہوگیا ہے دیں کا ہر گوشہ
مسائل ہی سے مستحکم ہوا اسلام کا قلعہ
مسائل ہی نے بخشا فہم احکامِ شریعت کا
مسائل ہی تو ہیں تفسیر احکامِ الٰہی کے
مسائل ہی سے منشائے نبیؐ معلوم ہوتی ہے
مسائل ہی سے دینِ حق رہے گا باقی ودائم
بنامِ ''کارِ دیں ۱'' لیکن اک ایسا انقلاب آیا
مسائل ہو گئے غرقاب دریائے فضائل میں
فضائل ہی کو سمجھا کچھ نے پورا دیں بہ نادانی
کچھ اصحابِ مسائل بھی ہیں مستِ مصلحت بینی
مسائل کی اہمیت میں اس سے بھی کمی آئی
عوام الناس کی بے رہروی کا ہے سبب یہ بھی
فضائل کی بھی ہے اپنی جگہ بے شک اہمیت
مسائل کو جو کم جانے وہ بس نادانِ مطلق ہے
مسائل کی جو چھوڑے راہ ، منزل پا نہیں سکتا
مسائل میں جو ناقص ہو وہ کامل ہو نہیں سکتا
بہ ہر صورت بہ ہر عالم مسائل کی ضرورت ہے
مسائل کا بیاں ہونا تعیم از حد ضروری ہے

فضائل سے محض اعمال سے تقریب ہوتی ہے
مسائل سے مگر احوال کی اصلاح ہوتی ہے
مسائل ہی سے تو افعال کی ہوتی ہے تربیت
مسائل ہی تو بس فانوس ہیں آئینِ باری کے
مسائل ہی سے ہے ایمان کی زینت وآرائش
ہوا واضح اسی سے دین کا ہر ایک جزئیہ
مسائل ہی سے ہے مضبوط حق کے نام کا قلعہ
مسائل ہی نے بخشا نور اسرارِ طریقت کا
مسائل ہی تو ہیں تنویر ارشاداتِ باری کے
مسائل ہی سے ایمائے نبیؐ معلوم ہوتی ہے
مسائل ہی سے دینِ حق رہے گا حشر تک قائم
جو اہلِ حق کی خاطر لے کے صدہا اضطراب آیا
مسائل ہوگئے گمنام صحرائے فضائل میں
لگے کرنے وہ آیات وخبر ۲ کی شرح منمانی
مکدّر ہو رہا ہے اس سے بھی آئینۂ دینی
مسائل کی طرف سے اس سے بھی کچھ بے رُخی آئی
یقیناً ذوقِ دینی میں کمی کا ہے سبب یہ بھی
مسائل کو مگر اس پر بہ ہر صورت ہے فوقیت
مسائل سے جو منہ موڑے وہ محرومِ رہِ حق ہے
بھنور میں ہی رہے گا پھنس کے، ساحل پا نہیں سکتا
کسی صورت کبھی وہ صاحبِ دل ہو نہیں سکتا
سدا، ہر حال میں، ہر دم مسائل کی ضرورت ہے
کہ تبلیغ صراطِ مستقیم از حد ضروری ہے

☆☆☆

(۱) آج کل کا ایک مشہور مفروضہ ''دین کا کام''۔
(۲) حدیثِ نبوی (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّمْ)۔